قرآن اور جدید طریقہ ہائے تدریس، تقابلی مطالعہ

Quran and Modren Methods of Teaching: A Comparative Study

ڈاکٹر اظہار خان[i] سعید الحق جدون[ii]

Abstract

The Holy Quran is a Universl book and is a comprehensive guideline for human being covering his entire life.It is a collection of knowledge and wisdom and has emphasized on the acquisition of learning and discovery.

The tribute that goes to human being is not except the knowledge bestowed to him by Allah Almighty.The Quran has mentioned the first human being Hazrat Adam (a.s),as the teacher of the innocent creatures,the angels.Like wise the every Prophet(peace be upon him) has played his role as a teacher in his period which reveals the fact that the foundations of learning have been laid down by the true religion Islam.

The Holy Quran possesses a remarkable number of methods transferring the informations to its readers.These ways and methods have their specific background and context.

In this study these methods have been pointed out which the Book of Allah has adopted in various occassion as a tool of comprehension.

It will explore the viewpoint that the Holy Book has a leading position in the subject matter and has introduced the various methods of teaching before the emergence of the West domination.

Key Words: *Quran, Methods, Teaching, context*

قرآن مجید ایک جامع اور عالمگیر کتاب ہے، انسان نے جس شعبے میں بھی اس سے رہنمائی طلب کی ہے، اس نے ہمیشہ اس کی دستگیری کی ہے اور اس کے بارے میں واضح اشارات دی ہیں، شعبہ

i اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، جامعہ عبدالولی خان مردان

ii ایم فل سکالر، شعبۂ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

تعلیم کی اہمیت ایک مسلم حقیقت ہے، اس لئے قرآن نے اس شعبے کی حد سے بڑھ کر رہنمائی کی ہے اور تعلیم وتدریس کے اسالیب اور اصول و قواعد کو بیان فرمایا ہے، بیسوی صدی میں مغرب نے جدید طریقہ تدریس اور جدید رجحانات کے نام سے جو افکار اور نظریات سامنے لائے ہیں، قرآن چودہ سوسال پہلے انہیں اپنے مقدس صفحات پر پیش کر چکا ہے۔ آج کے جدید دور میں مغربی دنیا نے جہاں مسلمانوں کے علمی تراث پر قبضہ کرکے اس کو اپنا کارنامہ قرار دیا ہے وہاں تعلیم کے میدان میں تعلیم وتدریس کے اصول و قواعد کے بارے میں مغربی مفکرین کا کہنا ہے، کہ ان اصول اور قواعد کا ایجاد ہمارا کارنامہ ہے، حالانکہ یہ ان کا کارنامہ نہیں ہے، اس کا تصور قرآن نے دیا ہے، اس موضوع پر ایم فل یا پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیق کرنا چاہیے، ذیل میں ان اسالیب تدریس کو ذکر کیا جاتا ہے، جن کے بارے میں مغربی مفکرینِ تعلیم کا دعویٰ ہے کہ یہ ہمارا تصور ہے اور اس کو ہم نے متعارف کیا، حالانکہ وہ مغرب کا نہیں بلکہ قرآن کریم کا کارنامہ ہے، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

1. ابتدائی طلبہ کو اسماء سے پڑھانے کا تصور

مغربی ماہرینِ تعلیم کا کہنا ہے، کہ بچے کو تعلیم اسماء(Nouns) سے شروع کرنا چاہیے، وہ کہتے ہیں، کہ یہ ہمارا تصور ہے[1]، حالانکہ قرآن نے آج سے صدیوں سال پہلے آدم علیہ السلام کے واقعہ کا تذکر کرتے ہوئے یہ تصور ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا[2]

قرآن سے یہ پتہ چلتا ہے، یہ مغربی مفکرین کا تصور نہیں ہے بلکہ قرآن کا تصور ہے، قرآنی تعلیمات کے مطابق آدم علیہ السلام ابتدائی طالب علم تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام چیزوں کے اسماء سکھائے، مختلف تفاسیر میں کئی چیزوں کے نام گنوائے ہیں، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

علمه اسمَ كل شيء، حتى البعير والبقرة والشاة [3]

2. مادری زبان میں تعلیم کا تصور

اسی طرح مغربی مفکرینِ تعلیم کہتے ہیں کہ بچے کو تعلیم اپنی مادری زبان میں دینی چاہیے، وہ اس کو اپنا ایجاد قرار دیتے ہیں[4]، حالانکہ قرآن نے واضح الفاظ میں اس بات کی تصریح کی ہے، جس سے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دینا مغربی مفکرین کا نظریہ نہیں بلکہ قرآن کا تصور ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ [5]

3. تدریس میں اسلوبِ تمثیل

جدید طریقہ تدریس میں تصویر کی اہمیت محتاج بیان نہیں، ایک عرب ماہر تعلیم کا قول ہے کہ بعض اوقات ایک تصویر ہزار الفاظ سے بڑھ کر مؤثر ہوتی ہے [6]، تمثیل بھی دراصل ایک لفظی تصویر ہے اور مجرد حقائق ذہن نشین کرانے میں جادو کا سا اثر رکھتی ہے، تدریس میں مثال دینے کا اسلوب نہایت مؤثر ہے اسلئے قرآن نے بھی کائنات کے مخفی حقائق لوگوں کے دل ودماغ میں اتارنے کے لئے اس اسلوب کو کو نہایت کثرت سے استعمال کیا ہے۔ مثلاً یہود کے علماء جن کے پاس معلومات تو بہت زیادہ تھیں، لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے، قرآن نے کس قدر خوبصورت اور عمدہ تمثیل سے اس کی وضاحت کی ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ [7]

"ان لوگوں کا حال جن پر تورات لادی گئی پھر وہ اس کو اٹھا نہ سکے اس گدھے کی طرح ہے جو دفتروں کو اٹھائے ہوئے ہو۔ بری ہے اس قوم کی مثال جس نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتے۔"

4. تدریجی اسلوب

یہ وہ زبردست اصول ہے جو مشکل سے مشکل کام کو آسان بنا دیتا ہے ہمارے اصول تعلیم میں اس کو آسان سے مشکل یا مجمل سے مفصل کی طرف اقدام کا نام دیا گیا ہے۔ تعلیم وتربیت کیلئے قرآن کے اصولِ تدریج کی بہترین مثال حرمت شراب کا حکم ہے، جو تدریجی ہے۔ سب سے پہلے جو حکم نازل ہوا وہ یہ تھا کہ شراب فائدے کے نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں، گویا شراب ایک ناپسندیدہ چیز قرار دیا گیا، کچھ عرصہ بعد دوسرا حکم نازل ہوا کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے، چنانچہ بہت سے سلیم الطبع حضرات اس سے کنارہ کش ہو گئے [8]، اور جب انسان عقلاً وطبعاً حرمت شراب کا حکم سننے اور قبول کرنے کیلئے تیار ہو گئے تو ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [9]

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جوا اور تان اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

ان قرآنی حقائق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ طلباء کو تدریجی حیثیت سے تدریس کرنا چاہیے، آسان سے مشکل اور مجمل سے مفصل کی طرف آہستہ آہستہ گامزن ہونا تدریسی اصول ہے، یک دم مشکل مباحث شروع کرنا فائدے کے بجائے نقصان کا باعث بنتا ہے، اسلئے اس قرآنی طریقہ تدریس کو عملاً نافذ کرنا چاہیے۔

5. تدریس بذریعہ پریکٹیکل

قرآن کریم نے تدریس کے حوالے سے جن طریقوں کی نشاندہی کی ہے، ان میں سے ایک تجرباتی طریقہ کار ہے، تجربے کی بنیاد پر تدریس بہت زیادہ تاثیر کن ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ[10]

"اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب، مجھ کو دکھادے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ اللہ نے کہا، کیا تم نے یقین نہیں کیا۔ ابراہیم نے کہا کیوں نہیں، مگر اس لئے کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔ فرمایا، تم چار پرندے لو اور ان کو اپنے سے ہلالو۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پہاڑی پر رکھ دو، پھر ان کو بلا۔ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ اور جان لو کہ اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔"

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ابراہیم علیہ السلام کو جو تعلیم ہوئی وہ تجربے کی بنیاد پر حاصل ہوئی، ابراہیم علیہ السلام یہ پسند کرتے تھے کہ میں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر عملی طور پر مطمئن ہو جاؤں، حالانکہ ان کی علم یقین حاصل ہو رہا تھا، نظر سے یقین ہو جانے کے بعد انسان عقلی اور قلبی طور پر ماننے کو تیار ہوتا ہے، لیکن ابراہیم علیہ السلام نے تجربے کا مطالبہ کیا، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھایا تو وہ عملی طور پر مطمئن ہوئے۔

اسی طرح قصہ ہابیل و قابیل میں بھی پریکٹیکلی تدریس کو قرآن نے بیان کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ، فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَى أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ[11]

قرآن نے یہ واقعہ پیش کر کے تعلیمی تجربات اور مشاہدات سے استفادہ کرنے کی ترغیب دی، اسی غرض سے سے دو کوے بھیج دیئے، جس سے ہابیل نے تعلیم حاصل کر کے اپنے بھائی کی نعش کو دفن کیا، جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ پریکٹیکل اور تجربے کی بنیاد پر پڑھانا ایک مؤثر طریقۂ تدریس ہے[12]۔

6. تدریس کا اسلوبِ تحسین

تحسین کے معنی ہیں کہ کام کو سراہنا اور اسے داد دینا۔ استاد کو شاگرد کے کسی کام کرنے پر شاباش اور داد دینا انتہائی مفید ہے، چھوٹی سی داد اور تحسین پر مشتمل جملہ طالب علم کیلئے ایک متاع گراں سرمایہ ہوتا ہے۔ جدید تعلیمی نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اچھے کام یا درست جواب دینے پر طالب علم کو داد دینے سے نہ صرف یہ کہ اس میں اعتماد پیدا ہوتا ہے بلکہ آئندہ کیلئے اس میں لگن اور شوق پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے طلباء بھی اس حالت کو دیکھ کر مقام حاصل کرنے کیلئے محنت و مشقت شروع کر دیتے ہیں[13]۔

قرآن کریم نے بھی اسی اسلوب کی حوصلہ افزائی کی ہے، حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حضور ﷺ سے موت پر بیعت کی، قرآن نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صدقِ نیت، وفاداری اور صبر و استقامت کو دیکھ کر نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کی بلکہ ان کو داد بھی دی اور اللہ تعالی نے اس معاملہ میں ان کو ثابت قدمی بھی نصیب فرمائی[14]، ارشاد باری تعالی ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا[15]

"بے شک اللہ تعالی خوش ہوا ان مسلمانوں سے جب کہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے، درخت کے نیچے اور اللہ کو معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا سو اللہ تعالی نے اس پر اطمینان نازل کر دیا اور ان کو ایک قریبی فتح بھی عطا کر دی۔"

7. تشویقی طریقہ تدریس

تشویق کے معنی ہیں شوق پیدا کرنا، جدید طریقہ تعلیم میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ سبق پیش کرنے سے پہلے ایسا ماحول پیدا کیا جائے کہ طلباء میں نئی بات سننے اور اخذ کرنے کا شوق پیدا ہو، اس سے ان میں قبولیت کی استعداد کئی گنا ہو جاتی ہے، قرآن کریم اس اصول کی عملًا رہنمائی کرتا ہے، وہ ہمیں جگہ جگہ اس اسلوب سے کام لیتا نظر آتا ہے مثلاً اہل ایمان کو جہاد کا شوق دلانا مقصود ہے اس سلسلے میں کتاب اللہ کا انداز تشویق ملاحظہ ہو:

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی سوداگری بتادوں جو تمہیں عذاب دردناک سے بچالے، وہ یہ کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنا مال اور جان سے جہاد کرو[16]۔

8. طریقہ سوال و جواب

اسلام نے تعلیم کے صحیح منہج کو پیش کرتے ہوئے اس کے حصول کے طریقوں کی وضاحت کی ہے، ان میں سے ایک سوال وجواب کا طریقہ ہے۔ طالب علم کو سوال کرنے کا تصور قرآن نے پیش کیا ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُون[17]

"تمہیں جس چیز کا علم نہ ہو وہ اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔"

تعلیم و تعلم میں جدید نظریات کے مطابق سوال جو اہمیت دیا گیا ہے وہ محتاج وضاحت نہیں۔ قرآن کریم نے بھی اسی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے مخاطبین کو سوالات کرنے کی ترغیب دیا ہے، اسی طرح قرآن مجید کے متعدد احکام سوالوں کے جواب میں نازل ہوئے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

اَ- يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ .... آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

ب- وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ............ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

ت- وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ............ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

ث- يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ............ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

قرآن کریم نے فضول اور لایعنی قسم کے سوالات کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے، یعنی جن سوالات کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو، قرآن نے مسلمانوں کو ان سوالات سے روکا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ[18]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تدریس میں اس طریقے کو استعمال کرتے تھے وہ اس طریقے کی ترویج کے لئے اپنے طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے، ان کی طلبہ کی علمی صلاحیت معلوم کرتے تھے، حسن بصری، ابن سیرین، ابراہیم النخعی اور علقمہ بھی اسی تدریس انداز کو استعمال فرماتے تھے[19]۔

مسلمان مفکرین تعلیم نے تدریس میں طریقہ سوال وجواب کی اطلاق کو مضبوط کرنے کی نہایت کوشش کی ہے، علی بن محمد الماوردی نے تدریس میں سوال کو "نصف علم" قرار دیا ہے[20]، بدرالدین بن جماعہ نے اساتذہ کو یہ دعوت دی ہے کہ جب وہ لیکچر سے فارغ ہو جائیں تو سوال وجواب کا سلسلہ شروع کرے[21]۔ ابن قیم الجوزی نے تدریس میں سوال وجواب پر بہت زور دیا ہے اور یہ تاکید کی ہے کہ اکثر اوقات تعلیم و تعلم میں حیاء حائل بن جاتی ہے جس کی وجہ سے طالب علم سوال نہیں کرتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے[22]، عبدالرحمن بن خلدون نے مکالمہ اور سوال وجواب کے اسلوب پر تدریس کرنے کا اہتمام کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ طریقہ ہائے تدریس میں سب سے آسان طریقہ مکالماتی طریقہ تدریس ہے[23]۔

9. قصہ گوئی

انسانی نفسیات کا خاصہ ہے کہ وہ دلچسپ حکایات، عبرت انگیز واقعات کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتا ہے، یہ ایک مسلم حقیقت ہے اور حکماء نے اس حقیقت کو مانا ہے بلکہ یہ حقیقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے کسی طرح

او جھل رہ سکتی ہے؟ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس اسلوب سے بھی خوب کام لیا ہے، اور انہی واقعات کو عبرت اور نصیحت کا ذریعہ قرار دیا ہے، بدر کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد قرآن نے اس بات کی تصریح ان الفاظ میں کی ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَار[24]

اجتماعی اصلاح کیلئے قوم نوح، قوم ثمود، قوم عاد، قوم لوط، اصحاب الائکہ اور بنی اسرائیل کے عبرت انگریز واقعات بار بار ذکر کئے ہیں، اسی طرح یوسف علیہ السلام، اصحاب کہف، ذوالقرنین، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے علاوہ دیگر کئی انبیاء کے واقعات قرآن نے بطور نصیحت ذکر کی ہیں تاکہ پڑھنے والے اس سے عبرت حاصل کریں۔

قرآن کریم نے تدریس کے جتنے اسالیب بیان کی ہیں، ان میں سے ہر ایک اسلوب کے بے شمار فوائد ہیں، اس اسلوب کے فوائد میں سے ایک یہ ہے، کہ اس میں طلبہ پیریڈ میں دلچسپی سے کام کرتے ہیں، اور تاریخی واقعات اور سبق آموز قصوں سے طلباء میں احساس بیدار ہوتی ہے۔

10. حلِ اشکالات کا اسلوب

لیکچر کے دوران اشکالات کو حل کرنے کا اسلوب قرآن نے بیان کیا، مغربی مفکرینِ تعلیم نے یہ دعوی کیا ہے، کہ یہ ہمارا ایجاد ہے، حالانکہ قرآن کو اس میں سبقت حاصل ہے، قصہ موسی وخضر میں (أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ) سے اشکالات کا جواب ہے۔ لہٰذا اگر کہیں شاگردوں کو استاد کے بارے میں یا کسی مسئلے کے بارے میں اشکال ہو تو اس کو حل کرنا چاہئے[25]۔ اگر طالب علم کو کسی مسئلے میں اشکال ہو تو استاد سے پوچھنے میں نہ شرمائے بلکہ ادب کے ساتھ سوال کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

نعم النساء نساء الأنصار لم يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين[26]

"اللہ تعالی انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے کہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں حیاء ان کو نہیں روکتی۔"

عموماً یہ تصور کیا جاتا ہے، کہ زیادہ پوچھنے والا نہیں جانتا ہے، اور جو لوگ پوچھتے نہیں، ان کے بارے لوگ کہتے ہیں، کہ یہ لوگ خبردار ہیں، شاعر نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے:

وليس العمى طول السوال　　وانما تمام العمى طول السكوت[27]

"زیادہ پوچھنے والا اندھا نہیں ہوتا، اندھا تو وہ شخص ہے جو لمبا خاموش رہتا ہے۔"

11. تدریس کا اسلوبِ دعوت فکر وتدبر

تعلیم محض رٹا لگانے کا نام نہیں بلکہ تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ متعلم کی سوچ اور فکر کی ایسی انداز میں تربیت کی جائے کہ وہ ذاتی تجربات سے کسی چیز کا تجزیہ کر سکے۔ اور صحیح نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔ قرآن کی تعلیمات میں بار بار تدبر اور تفکر کی دعوت ملتی ہے، کبھی کبھی تدبر فی القرآن مثلاً

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا [28]

"کیا یہ لوگ قرآن میں سوچ نہیں کرتے ہیں۔"

کبھی تفکر فی الایات الکونیہ مثلاً:

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا [29]

ان جیسے آیتوں سے قرآن اپنے مخاطب کو تحقیق و تجسس پر ابھارتا ہے تاکہ وہ اندھی تقلید کے بجائے تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔

12. تدریس میں اسلوبِ تکرار

علمی پختگی میں تکرار کی اہمیت واضح ہے، مشہور قول ہے: "الكلام إذا تكرّر تقرّر[30]" جب کسی بات کی تکرار بار بار ہوتی ہے تو وہ پختہ ہو جاتی ہے۔ کند ذہن طالب علموں کیلئے تکرار کا طریقہ انتہائی مفید ہے اسلئے قرآن نے عملاً یہ اصول اختیار کیا ہے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ قرآن مجید میں سات بار مذکور ہے، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بے شمار جگہوں پر مذکور ہے، خود قرآن کا بیان ہے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ[31]

"ہم نے اس قرآن میں (ہر قسم کے مضامین) طرح طرح بیان کیا، تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔"

13. اسلوبِ مناقشہ

تدریس میں مباحثے اور مکالمے کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ارشاد ہے رایت ملاحاۃالرجال تلقیحا لالبابھم[32] میری رائے ہے کہ آدمیوں کا باہمی مباحثہ ان کی عقلوں کی بارآوری کا ذریعہ ہے، مباحثےDiscussions اور مکالمے و مذاکرے تعلیم تدریس کا لازمی حصہ ہے اس کے بغیر اہل علم میں اجتہاد اور تفقہ کا ملکہ اور خود سوچنے اور غور کرنے کی عادت کا پیدا ہونا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طریقے کی تابعداری کی[33]، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ[34]

نتائج

قرآن کریم سے جو طرق تدریس(Teaching Methods)ثابت ہوتے ہیں ان میں چند پر روشنی ڈالی گئی اگر تمام طرق تدریس پر تحقیق کی جائے اور ان کو لکھا جائے تو ایک مستقل کتاب بنے گی، اس لئے اختصار کی خاطر ان چند طریقوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ان جیسے دیگر قرآنی اسالیبِ تدریس کو آج کے دور میں جدید طرق تدریس (New Teaching methods)کا نام دیا جاتا ہے۔ مغرب کا دعویٰ ہے کہ یہ اسالیب ہم

نے ایجاد کئے ہیں اور یہ ہمارا کارنامہ ہے حالانکہ قرآن کریم نے کئی قرن پیشتر انہیں اپنے مقدس صفحات پر پیش کر چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بیسوی صدی میں مغرب نے جدید رحجانات کے نام پر جو افکار و نظریات سامنے لایا ہے اگر ان پر ریسرچ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ قرآن نے چودہ سو سال قبل یہ حقائق پیش کی ہیں اس لئے اس سلسلے میں قرآن کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 Jennie lindon,Babies – Learning strats from the first day, British Association Education , page:2

2 سورۃ البقرۃ2 : 31

3 محمد بن جریر الطبری، تفسیر الطبری ۱: ۴۸۳، مؤسسہ الرسالہ، ۲۰۰۰ء

4 Early Education, British Association for Early childhood Education,p20

5 سورۃ ابراہیم ۱۴: ۴

6 محمد بن قطب بن ابراہیم، منہج التربیہ الاسلامیہ ۱: ۲۲۵، دار الشروق، (س۔ن)

7 سورۃ الجمعۃ ۶۲: ۵

8 تفسیر الطبری ۱۰: ۵۲۶

9 سورۃ المائدۃ ۵: ۹۰

10 سورۃ البقرۃ2 : ۲۶۰

11 سورۃ المائدۃ ۵: ۳۰-۳۱

12 علی أحمد مدکور، مناہج التربیہ أسسہا وتطبیقاتہا: ۳۴۵، دار الفکر العربی، ۱۴۲۱ھ

13 S,M Shahid,Islamic system of education, majeed book Lahore2011, page: 321

14 تفسیر الطبری ۲۲: ۲۲۸

15 سورۃ الفتح ۴۸: ۱۸

16 سورۃ الصف ۶۱: ۱۱-۱۳

17 سورۃ النحل ۱۶: ۴۳

18 سورۃ المائدۃ ۵: ۱۰۱

19 ابن عبد البر: جامع بیان العلم وفضلہ ۱: ۱۳۹-۱۴۰، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت (س۔ن)

20 ماجد عرسان الکیلانی، تطور مفہوم النظریہ التربویہ السلامیہ: ۱-۴ مطبع و سن اشاعت نامعلوم

21بدرالدین ابن جماعہ، تذکرۃ السامع والمتکلم فی آداب العالم والمتعلم: ۱۹۷-۱۹۹، مطبع سن اشاعت نامعلوم
22ابن قیم الجوزی، العلم فضلہ وشرفہ: ۲۲۸، مطبع سن اشاعت نامعلوم
23عبدالرحمن ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون: ۴۳۱، مطبع سن اشاعت نامعلوم
24 سورۃ آل عمران ۳: ۱۳
25عماد الدین ابی الفدا اسماعیل بن کثیر، تفسیر ابن کثیر ۴: ۹۸، دار الفکر مصر (س۔ن)
26 أبو بکر محمد بن إسحاق بن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ باب باب غسل المرأۃ من الجنابہ، حدیث(۲۴۸) مطبع سن اشاعت نامعلوم
27تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم: ۸۵، بیت العلم کراچی، ۲۰۰۴ء
28 سورۃ محمد ۴۷: ۲۴
29 سورۃ الروم ۳۰: ۸
30 إبراہیم بن إسماعیل الأبیاری، الموسوعۃ القرآنیۃ ۲: ۲۳۶، مؤسسۃ سجل العرب، ۱۴۰۵ھ
31 سورۃ الاسراء ۱۷: ۸۹
32 جامع بیان العلم وفضلہ 2: 108
33 محمود محمد غریب، تربیۃ القرآن یا ولدی: ۵۸، مطبعۃ الشعب – بغداد، ۱۹۸۰ء۔۔۔ مناہج التربیۃ أسسہا وتطبیقاتھا: 341
34 سورۃ النحل ۱۶: ۱۲۵